اخلاقِ نبوی ﷺ کے قرآنی استشہادات و نظائر

محمد فاروق حیدر *

انسانی شخصیت کی تعمیر و ترقی اور سیرت و کردار کی تشکیل و تکمیل میں اخلاق کا کردار اور اس کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ حسنِ اخلاق وہ وصف ہے جو انسانی شرف و منزلت اور عظمت و بزرگی کا باعث بنتا ہے۔ دنیوی و اخروی فوز و فلاح کا دار و مدار تزکیہ اخلاق پر ہے لہٰذا بہترین انسان کہلانے کا حق دار وہی ہوگا جو پاکیزہ اخلاق کا مالک ہوگا۔

ابن مسکویہ نے خلق کی تعریف میں لکھا ہے:

الخلق حال للنفس داعية الى افعالهامن غير فكر ولا روية(۱)

خلق نفس کی وہ حالت ہے جو اسے بغیر کسی غور و فکر کے اعمال کے صدور پر آمادہ کرتی ہے۔

امام غزالی نے خلق کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

فالخلق: عبارة عن هيئة فى النفس راسخة، عنها تصدر الافعال بسهولة و يسر من غير حاجة الى فكر و روية، فان كانت الهيئة بحيث تصدر عنها الافعال الجميلة المحمودة عقلاً و شرعاً سميت تلك الهيئة خلقاً حسناً، و ان كان الصادر عنها الافعال القبيحة سميت الهيئة التى هى المصدر خلقاً سيئاً۔(۲)

خلق نفس کی وہ ھیئتِ راسخہ ہے جس سے بنا کسی فکر و تامل کے سہولت اور آسانی کے ساتھ افعال صادر ہوتے ہیں۔ اگر یہ ھیئت ایسی ہے جس سے ایسے افعال صادر ہوں جو عقلاً و شرعاً عمدہ اور اچھے ہوں تو اس ھیئت کا نام خوش خلقی ہے اور اگر اس سے برے افعال صادر ہوں تو اس ھیئت کو بد خلقی کا نام دیا جائے گا۔

علامہ سیوہاروی کے نزدیک "مسلسل کسی عمل کے وجود پذیر ہوتے رہنے سے ارادۂ انسانی اگر کسی عمل کا خوگر ہو جائے اور وہ اس کی عادت بن جائے تو اس عادت بن جانے اور خوگر ہو جانے کا نام خلق ہے یا یوں کہہ دیجئے کہ انسانی رجحانات میں سے کسی رجحان کا اپنے استمرار اور تسلسل کی وجہ سے غالب آ جانا خلق ہے۔ پس اگر یہ رجحان اپنی حقیقت میں خوب اور بہتر ہے تو اس کا نام خلق حسن ہے اور اگر قبیح اور معیوب ہے تو اس کو خلق سوء (بد خلقی) کہا جاتا ہے۔" (۳)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین جیسی عظیم خصوصیت سے نوازا اور آپ کی ذاتِ اقدس میں نبوت کے تمام درجات و مراتب اور علم و عمل کے سارے کمالات و محاسن جمع فرما دیے۔ جہاں آپ ﷺ پر علومِ نبوت کی تکمیل ہوئی وہاں آپ کے اخلاق کو بھی کاملیت، عالمگیریت اور ابدیت کا درجہ حاصل ہوا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی کریم ﷺ تک تمام انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد نفوس انسانی کی تہذیب و ہدایت رہا۔ امتِ محمدیہ ﷺ پر اس احسانِ عظیم کا اعلان اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا:

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ و عربی، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(٤)

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتا ہے، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا کام صرف کتاب اللہ پڑھا دینا اور سمجھا دینا ہی نہیں تھا بلکہ نفوس کا تزکیہ بھی آپ کے فرضِ منصبی میں شامل تھا۔ (وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ) میں تحلية النفوس بالفضائل اور (وَيُزَكِّيْهِمْ) میں تخلية النفوس عن الرذائل کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو توحید خداوندی سے آراستہ کیا اور کفر و شرک کی نجاست سے پاک کیا۔ ایمان اور یقین دیا۔ شک سے بچایا۔ گناہوں کی گندگی سے دور کیا۔ نفوس کے رذائل دور کیے۔ اخلاق عالیہ اور اعمالِ صالحہ بتائے اور عمل کر کے دکھایا۔ گناہوں کی تفصیل بتائی اور ان کے اثراتِ ظاہرہ اور باطنہ دنیویہ واخرویہ سے باخبر فرمایا۔ نیکیوں کی تفصیلی فہرست بتائی اور اور ان کے منافع دنیویہ واخرویہ سے مطلع فرمایا۔ حسد، بخل، کینہ، تکبر، حرص، لالچ، حب جاہ کی مذمت فرمائی۔ حب فی اللہ اور تواضع وفروتنی، صلہ رحمی، سخاوت، ضعیف کی مدد، بڑوں کی خدمت، یتیم کے ساتھ رحم دلی، تقویٰ، اخلاص، اکرامِ اہل الایمان، نرمی، حسن الجوار، غصہ پی جانا وغیرہ وغیرہ کی تعلیم دی۔ انسان کو انسان بنایا، حیوانیت اور بہیمیت سے بچایا"۔ (۵)

بہترین اخلاق کی تکمیل کو نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصود قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

بعثت لاتمم حسن الاخلاق(٦) میں حسن اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث ہوا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کی گواہی ان الفاظ میں دی:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ(٧) اور بے شک آپ بہت بڑے عمدہ اخلاق پر ہیں۔

حضور ﷺ کی یہ شان علم وحکمت اور محاسن اخلاق کا سرچشمہ ہونے کے بیان کیلئے عنوان " لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ " لفظ علیٰ کے ساتھ اختیار فرمایا گیا۔ عربی زبان میں لفظ علیٰ استعلاء اور غلبہ کے بیان کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تو اشارہ فرمایا گیا کہ آپ صرف یہی نہیں کہ صاحبِ خلق عظیم ہوں بلکہ آپ تو ان اخلاق حمیدہ پر پوری طرح حاوی اور غالب ہیں اور عظیم کے لفظ نے اور بھی وسعت پیدا کر دی۔ (۸)

اس آیت میں نبی کریم ﷺ پر اہل مکہ کی طرف سے جو دیوانگی کا الزام لگایا گیا اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ کیلئے لفظ خلق عظیم اختیار فرمایا۔ جس کا مطلب ہے کہ اخلاق حسنہ کی جتنی جہات اور تکثیر ممکن ہے وہ آپ کی ذات واحد میں اپنی انتہا کے ساتھ موجود ہے جس کا اعتراف اپنے پرائے سب نے کیا۔

پہلی وحی کے نزول کے بعد جب نبی کریم ﷺ پریشانی کی حالت میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ کو اپنی کیفیت سے آگاہ کیا تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو گواہ بنا کر ان الفاظ میں تسلی دی:

كلا، ابشر، فواللّٰه لا يخزيک اللّٰه ابداً، انک لتصل الرحم، و تصدق الحديث، و تحمل الكل، و تقرى الضيف، و تعين علىٰ نوائب الحق--(٩)

ہر گز نہیں، آپ ﷺ خوش رہیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بے شک آپ تو رشتے جوڑتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔

یہی وہ اعلیٰ اخلاقیات ہیں جس کی شہادت حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں دی کہ جب انہوں نے اپنی قوم کے عادات و خصائل گنوائے اور ساتھ یہ بھی بتایا کس طرح حضور اکرم ﷺ نے ان کی قوم کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر نور ہدایت سے منور کیا اور ان کے اخلاقیات کو سنوار کر انہیں دنیا کی سب سے مہذب قوم بنا دیا۔ حضرت جعفرؓ کے وہ سنہری الفاظ درج ذیل ہیں:

أيها الملك، كنا قوما أهل جاهلية نعبد الأصنام، ونأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار يأكل القوي منا الضعيف فكنا على ذلك. حتى بعث الله إلينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه، فدعانا: إلى الله تعالى لنوحده ونعبده ونخلع ما كنا نعبد نحن وآباؤنا من دونه من الحجارة والأوثان، وأمر بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء. ونهانا عن الفواحش، وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنة. (۱۰)

اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داری کو توڑتے، ہمسایوں کو ستاتے اور ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جایا کرتا۔ ہماری یہ حالت تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت اور عفت کو ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی کہ ہم اسے ایک مانیں اور اس کی عبادت کریں۔ جن پتھروں اور بتوں کی عبادت ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کرتے آرہے تھے وہ چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں سچ بولنے، امانت کی ادائیگی، صلہ رحمی اور ہمسایوں سے حسن سلوک کرنے کا اور برے کاموں اور خون ریزی سے رک جانے کا حکم دیا۔ اور ہم کو منع کیا بے حیائی، جھوٹ بولنے، مال یتیم کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے۔

کفار مکہ جو آپ ﷺ کی جان کے سخت دشمن تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو تنگ کرنے کی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی آپ ﷺ کی نبوت کی تکذیب کے باوجود بھی آپ ﷺ کے اخلاقیات کو تسلیم کرتے تھے۔ جب ابوسفیان (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) کو قیصر روم کے پاس لے جایا گیا تو قیصر روم نے ان سے کچھ سوالات کیے جن میں سے ایک سوال یہ تھا کہ آپ ﷺ کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ تو جواب میں ابوسفیان نے کہا:

يا مرنا ان نعبد الله وحده لا نشرك به شيئا و ينهانا عما كان يعبد آباؤنا و يامرنا بالصلاة و الصدقة و العفاف و الوفاء بالعهد و اداء الامانة--- (۱۱)

وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور

ہمیں (ان بتوں کی عبادت کرنے سے) منع کرتے ہیں جن کی عبادت ہمارے آباؤاجداد کیا کرتے تھے۔اور وہ ہمیں نماز، صدقہ، پاکدامنی، ایفائے عہد اور امانت کی ادائیگی کا حکم دیتے ہیں۔

جب حضرت ابو ذرؓ غفاری کے بھائی انیس نے آپ ﷺ کی دعوتی سرگرمیوں کو دیکھا تو حضرت ابو ذرؓ غفاری کے سامنے آپ ﷺ کے دعوتی وصف کا تذکرہ یوں کیا: رایتہ یامر بمکارم الاخلاق۔(۱۲)

رسول اللہ ﷺ صرف صاحب اخلاق نہیں بلکہ قائدِ اخلاق ہیں۔جو آپ ﷺ سے صادر ہوگا اسی کا نام اخلاق فاضلہ ہوگا کیوں کہ آپ ﷺ کے سوا کوئی مصدرِ اخلاق نہیں۔ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے سعد بن ہشام نے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

كان خلقه القرآن، اما تقرأ القرآن قول الله عز و جل (وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ)(١٣)

آپ ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہے کیا تم نے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا (وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ)۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت قرآنی اخلاقیات کی مکمل تفسیر ہے۔قرآن مجید نے جن اخلاقیات کو اپنانے کا حکم دیا وہ آپ ﷺ کی فطرت میں علی وجہ الکمال موجود تھے۔اور جن رذائل اخلاق کی نشاندہی قرآن نے کی آپ اس سے طبعاً بیزار تھے۔

اخلاقی اوصاف کا جائزہ لینے کے لیے اگر اخلاق کو منقسم کرکے دیکھا جائے تو اخلاق ذاتیہ کو انفرادی اخلاق اور صفاتِ لازمہ جبکہ اخلاق سماجیہ کو صفاتِ متعدیہ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔بقول ڈاکٹر خالد علوی "اخلاق کی ایک قسم ان اوصاف کی ہے جو ایک انسان کی شخصیت کا حصہ ہوتے ہیں۔ہم انہیں صفاتِ لازمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔یہ اوصاف انسان کی ہیئت باطنہ کا حصہ ہوتے ہی اور ان کے اظہار کیلئے کسی معمول کی احتیاج نہیں ہوتی۔یوں سمجھئے کہ یہ شخصیت کا باطنی نور ہے جو از خود ماحول کو روشن کرتا ہے۔دوسری قسم ان اخلاق کی ہے جنہیں ہم صفاتِ متعدیہ کہہ سکتے ہیں۔یہ وہ صفات ہیں جو ظہور کیلئے کسی معمول کی محتاج ہوتی ہیں۔ان کے اظہار کیلئے شخصیتِ متصفہ کے علاوہ ایک اور فریق کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔وہ فریق ایک شخص بھی ہوسکتا ہے، جماعت بھی ہوسکتی ہے، معاشرہ ہوسکتا ہے یا کوئی شے ہوسکتی ہے۔معمول یا فریق ثانی کے بغیر اس صفت کا اظہار و ابلاغ ممکن نہیں۔"(۱۴)

یہاں قرآن مجید سے آپ ﷺ کے اخلاق ذاتیہ اور سماجیہ کے چند نظائر درج ذیل ہیں:

ا۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ذاتیہ کے استشہادات:

صدق: صدق ایسا اخلاقی وصف ہے جسے فہرستِ اخلاق میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔صدق انسان کے قول و فعل میں مطابقت کا نام ہے۔امام راغب نے لکھا ہے:

"دل اور زبان کی باہمی مطابقت صدق ہے اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو صدق نہیں رہتا۔"(۱۵)

قرآن مجید کی بیشتر آیات نبی کریم ﷺ کی صداقت کو بیان کرتی ہیں:

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ(١٦)

اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں جاء بالصدق سے مراد آپ ﷺ ہیں اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ ﷺ نے

ہی اس کی تصدیق کی۔ جبکہ ان کے علاوہ ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس کی تصدیق کرنے والے مومنین ہیں۔ (۱۷) ابن جوزی نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں چار اقوال نقل کیے جن میں سے پہلے قول کی تفصیل درج ذیل ہے:

جاء بالصدق میں چار اقوال ہیں جن میں سے پہلا قول یہ ہے کہ : اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔اس کے بعد صدق کے بارے میں دو اقوال ہیں جن میں سے پہلا قول لا الہ الا اللہ کا ہے۔ دوسرے قول میں قرآن مجید مراد ہے۔اور اس کی تصدیق کرنے والوں کے تعین میں تین اقوال ہیں۔پہلے کے مطابق یہاں نبی کریم ﷺ مراد ہیں جو صدق لے کر بھی آئے اور اس کی تصدیق بھی کی۔ (۱۸) اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی خاص صفت یہ بیان کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغام قرآن مجید لے کر آئے اور سب سے پہلے اس کی تصدیق کرنے والی ذاتِ گرامی بھی آپ ﷺ ہی کی تھی۔

غزوہ احزاب کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ اور آپ ﷺ کے وعدوں کو سچا پا کر یہ گواہی دی:

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ (۱۹) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

اہلِ ایمان کو تاکید کی گئی کہ وہ آپ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوں اور امام الصادقین کے نور سے منور ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ(۲۰)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

ایک قول کے مطابق صادقین سے مراد آپ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ ہیں۔ (۲۱)

علامہ سید سلیمان ندوی کے بقول "اہلِ تفسیر کے نزدیک یہاں ان سچوں سے مراد آنحضرت ﷺ اور وہ بڑے بڑے صحابہؓ ہیں جن کی سچائی کا بارہا امتحان ہو چکا تھا۔ مگر بہر حال آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کے بعد بھی یہ آیتِ کریمہ اپنی لفظی وسعت کے سبب ہر دور کے مسلمانوں کو سچوں کی معیت اور صحبت کی دعوت دیتی ہے۔" (۲۲)

قبل از بعثت ہی اہلِ مکہ نبی اکرم ﷺ کی صداقت اور امانت کے معترف تھے۔ لیکن ان کے سامنے دعوتِ حق پیش کی گئی تو انہوں نے جھٹلایا جس پر آپ ﷺ رنج اور تکلیف محسوس کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دی:

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ(۲۳)

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں، سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

یہ آیت بھی آپ ﷺ کی صداقت کے حق میں روشن دلیل ہے۔اس آیت کے ایک سے زائد سببِ نزول نقل کیے گئے ہیں جن سب میں نبی کریم ﷺ کی صداقت کی گواہی موجود ہے مثلاً

۱- عن علي: أن أبا جهل، قال للنبي ﷺ: إنا لا نكذبك، ولكن نكذب بما جئت به، فأنزل الله: {فإنهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بآيات الله يجحدون}. (۲٤)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ ﷺ کو نہیں جھٹلاتے

بلکہ اس پیغام کاانکار کرتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

۲-أن الأخنس بن شريق لقي أبا جهل فقال الأخنس: يا أبا الحكم، أخبرني عن محمد، أصادق هو، أم كاذب؟ فليس ها هنا من يسمع كلامك غيري. فقال أبو جهل: والله إن محمداً لصادق، وما كذب قط، ولكن إذا ذهب بنو قصي باللواء، والسقاية، والحجابة، والنُّبوة، فماذا يكون لسائر قريش؟ فنزلت هذه الآية-(۲۵)

اخنس بن شریق کی ملاقات ابو جہل سے ہوئی اور کہنے لگا اے ابوالحکم مجھے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ سچے ہیں یا (نعوذ باللہ) جھوٹے۔یہاں پر میرے علاوہ اور کوئی نہیں جو تمھاری بات سن لے۔اس پر ابو جہل نے کہا بخدا محمد ﷺ صادق ہیں انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔لیکن جب بنو قصی لواء، سقایہ، حجابہ اور نبوت سبھی کچھ لے گئے تو قریش کے لیے کیا باقی رہ جاتا ہے۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مکہ کے سردار جو آپ ﷺ کی جان کے دشمن تھے، آپ ﷺ کی صفتِ صداقت کو وہ بھی تسلیم کرتے لیکن اپنے مفاد، تعصب اور بغض و عناد کے سبب آپ ﷺ کی نبوت کاانکار کرتے تھے۔

حیاء: حیاء کا معنی نفس کا قبائح سے منقبض ہو کر انہیں ترک کر دینے کا ہے۔(۲۶)

قاضی عیاض نے حیاء کی تعریف میں لکھاہے:

"الحیاء رقة تعتری وجه الانسان عند فعل ما یتوقع کراهیة اوما یکون ترکه خیرا من فعله-"(۲۷)

حیاء ایک ایسی رقت ہے جو انسان کے چہرے پر اس وقت نمودار ہوتی ہے جب وہ کسی مکروہ عمل کو دیکھے یا پھر اس کا ترک کرنا اس کے کرنے سے بہتر ہو۔

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی شرم و حیا کا پیکر تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس وصف کو قرآن مجید میں بیان کیا:

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ(۲۸)

بے شک نبی کو تمھاری اس بات سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ تمھارا لحاظ کر جاتے ہیں۔

اس آیت میں متعدد احکام بیان فرمائے ہیں۔پہلا حکم یہ ہے کہ نبی ﷺ کے گھر میں داخل مت ہوا کرو، ہاں اگر تمھیں کھانے کیلئے بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ لیکن اس صورت میں بھی ایسا نہ کرو کہ جلدی پہنچ جاؤ اور کھانے کے انتظار میں بیٹھے رہو۔دوسرا حکم یہ فرمایا کہ جب کھانا کھا چکو تو وہاں سے منتشر ہو جاؤ یعنی وہاں سے اٹھ کر چلے آؤ۔ایسا نہ کرو کہ کھانا کھا کر وہاں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہو اور باتوں میں جی لگائے رہو کیونکہ اس سے نبی اکرم ﷺ کو ناگواری ہوتی ہے وہ تمھارا لحاظ کرتے ہیں اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔(۲۹)

جب آپ ﷺ کا حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح ہوا تو لوگوں کو کھانے کی دعوت میں بلایا۔جنہوں نے آپ ﷺ کے ہاں بیٹھنے میں غیر ضروری تاخیر کی اور باتیں کرتے رہے۔نبی کریم ﷺ کو ایسے لوگوں کے اس عمل پر تکلیف

محسوس ہوئی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ میں اسقدر حیاء اور مروت تھی کہ ان کو اٹھنے کیلئے کہنے میں شرم محسوس کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اس وصف کو بیان فرما کر خود ہی مجلس نبوی ﷺ کے آداب کی تاکید فرمائی۔

رفق و لطف: "رفق و لطف کے معنی یہ ہیں کہ معاملات میں سختی اور سخت گیری کی بجائے نرمی اور سہولت اختیار کی جائے۔ جو بات کی جائے نرمی سے، جو سمجھایا جائے وہ سہولت سے اور جو مطالبہ کیا جائے وہ میٹھے طریقے سے کہ دلوں کو موہ لے اور پتھر کو بھی موم کردے۔" (۳۰) اللہ تبارکؒ و تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے اخلاق کے اس پہلو کو ان الفاظ میں قرآن کا حصہ بنایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (۳۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپ ان پر رحم دل ہیں اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

اس (آیت) میں جہاں آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کی خوش خلقی اور نرم مزاجی اور رافت اور شفقت کا ذکر ہے وہاں اس امر کی بھی تصریح ہے کہ یہ صحابہؓ جو آپ ﷺ کے پاس جمع ہیں اور آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور دل و جان سے آپ ﷺ پر نثار ہیں اس میں اس کا بہت دخل ہے کہ آپ ﷺ سخت مزاج اور سخت دل نہیں ہیں۔ اگر خدانخواستہ آپ ﷺ ایسے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے چلے جاتے اور منتشر ہو جاتے۔ (۳۲) یہی وہ اعلیٰ اخلاقی وصف ہے جو دیگر کئی اخلاقی خوبیوں کا جامع ہے۔ بقول ندوی صاحب "حقیقت یہ ہے کہ حلم و بردباری، عفو و درگزر، چشم پوشی اور خوش خلقی غرض ان تمام اخلاق کا عطر کا نام جن میں شانِ جمالی پائی جاتی ہے یہی رفق و تلطف اور نرم دلی و نرم خوئی ہے۔ جس طرح حسنِ فطرت زینت و آرائش سے دوبالا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح رفق و نرمی کی خو سے انسان کا اخلاق دوچند ہو جاتا ہے۔ (۳۳)

یہ چند اخلاقی اوصاف ہیں جن کا ذکر قرآنی نظائر سے استدلال کے ذریعے کیا گیا ہے ورنہ کان خلقہ القرآن کا قولِ ام المومنین آپ ﷺ کی زندگی کے قرآنی مصداق ہونے پر شاہد ہے۔

ب۔ قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سماجیہ کے استشہادات:

اخلاق سماجیہ سے مراد وہ اخلاق ہیں جن کا ظہور معاشرتی زندگی میں ہوتا ہے اور انسانوں کے مابین تعلقات اسی اخلاقی جہت سے استوار اور مستحکم ہوتے ہیں۔

شجاعت: ضرورت اور حاجت کے وقت مصائب و خطرات کا ثبات قدمی کے ساتھ مقابلہ شجاعت کہلاتا ہے۔ شجاعت نہ اقدام وجوش پر موقوف ہے اور نہ خوف و عدم خوف پر بلکہ اس کا مدار ضبطِ نفس اور موقع کے مناسب عمل پر ہے۔ (۳۴)

اسلام کے تصورِ شجاعت و بہادری کو علامہ ندوی نے جامع الفاظ میں یوں بیان کیا:

تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اپنے پیروؤں میں شجاعت و بہادری کے جوہر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا کی عام حالت پر نظر کرکے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ چونکہ ہر قسم کا ظلم و ستم اور خوں ریزی اسی قوت کا نتیجہ ہے اس لیے یہ مٹانے کے قابل ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم

نے یہ نکتہ سوجھایا کہ قوت بذاتہ کوئی بری چیز نہیں بلکہ اس کے استعمال کا موقع برا ہوتا ہے۔ اس لیے تعلیم محمدی ﷺ نے بہادری و شجاعت کو سراہا اور اس کے موقعوں کی تعیین کی کہ اس کو حق کی مدد اور باطل کو مٹانے کے لیے کام میں لانا چاہیے۔ کیوں کہ اگر نیکوں میں یہ قوت نہ ہو تو وہ ظلم و ستم کی روک تھام اور باطل قوتوں کا بہادرانہ مقابلہ نہ کر سکیں اور نہ اسلام کا مقدس فرض جہاد کامیاب ہو سکے (۳۵)

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری اور ثابت قدمی کے مظاہر کو غزوات کے علاوہ دیگر بہت سے مشکل مواقع پر دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ مشکل وقت میں ثابت قدم رہے اور انتہائی شجاعت سے دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قتال کی تعلیم کا حکم دیا۔ فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ(۳۶)

اے نبی ﷺ! ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے، تو دو سو پر غالب رہیں گے۔ اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں۔

غزوہ احزاب کے موقع پر جب لشکرِ کفار بہت بڑی تعداد میں مدینہ امڈ آیا اور محاصرہ کر لیا، اس وقت محصورین کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا. هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا(۳۷)

جب کہ (دشمن) تمھارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیے گئے۔

نبی کریم ﷺ کی شجاعت مثالی تھی۔ آپ ﷺ کے اصحاب بھی آپ ﷺ کے پاس پناہ لیتے تھے۔ اس غزوہ میں بھی آپ ﷺ ثابت قدمی سے ڈٹے رہے اور آخر کار کفار کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

صبر: صبر کی تعریف میں امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

الصبر حبس النفس علیٰ ما یقتضیه العقل و الشرع او عما یقتضیان حبسهما عنه(۳۸)

صبر عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک تقاضا کے مطابق خود کو روکے رکھنا ہے۔

تمام انبیا کو دعوت و تبلیغ میں مشکلات کا سامنا رہا لیکن تمام تر ایذا رسانیوں کے باوجود وہ اپنی دعوت میں ثابت قدم رہے۔ صبر کا یہ اخلاقی وصف اپنی تمام تر جہات میں نبی کریم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی، آپ ﷺ کی سیرت صبر کے واقعات سے لبریز ہے۔ دعوتِ حق میں درپیش مشکلات میں آپ ﷺ کو مختلف مواقع پر

اللہ تعالیٰ نے صبر کی تلقین کی۔اور آپ نے الٰہی فرمان کی تعمیل میں صبر کو اپنا شعار قرار دیتے ہوئے ہر ہر لمحہ مصائب وآلام میں اسی خلق کے ساتھ گزارا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ(۳۹) اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر۔

فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ(۴۱) پس ان کی باتوں پر صبر کر۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ (۴۱)

پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو۔

استقامت: استقامت ایسے راستے کو کہتے ہیں جو خطِ مستقیم کی طرح سیدھا ہو اور بطور تشبیہ حق کے راستے کو کہا جاتا ہے اور انسان کی استقامت سیدھی راہ پر قائم رہنے کے ہوتے ہیں۔(۴۲)

استقامت سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کو حق سمجھا جائے، مشکلیں پیش آئیں، مخالفتیں ہوں، ستایا جائے، ہر خطرہ کو برداشت کیا جائے مگر حق سے منہ نہ پھیرا جائے اور اس راستہ پر ثابت قدمی کے ساتھ چلا جائے۔(۴۳)

أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ (۴۴)

بیشک تم سب کا معبود ایک ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو۔

تم کتنا ہی اعراض کرو اور کتنی ہی یاس انگیز باتیں کرو میں خدائی پیغام تم تک ضرور پہنچاؤں گا۔ مجھے بذریعہ وحی بتایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔لہٰذا سب کو لازم ہے کہ تمام شئون و احوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں، اس کے راستے سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے اگر ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔(۴۵)

مکہ کے سرداروں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو روکنے کے لیے جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا تو آپ کے چچا نے آپ ﷺ سے کہا مجھ پر اور خود اپنے آپ پر رحم کرو اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے جو جواب دیا وہ آپ ﷺ کے عزم واستقامت کی روشن دلیل ہے۔

يا عم، والله لو وضعوا الشمس في يميني، والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله، أو أهلك فيه، ما تركته.(٤٦)

اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں اپنی اس دعوت کو چھوڑ دوں (تو ایسا ممکن نہیں) اس وقت تک میں اس دعوت کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ اللہ اس دین کو غالب نہ کر دے یا میں اس کے لیے جان نہ دے دوں۔

عدل: عدل کا معنی دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا ہے۔(۴۷) توازن وعدل سے معاشرہ میں انسانی تعلقات مستحکم ہوتے ہیں۔جرم کا انسداد ہوتا ہے اور عدل سے انسانی معاشرہ میں ظلم کی بیخ کنی ہوتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کا مظہر تھے۔ کون نہیں جانتا کہ جزیرۃ العرب کی فتح کے ساتھ لوگوں کے معاملات عدل وانصاف کے ساتھ طے کرنے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر آپڑی تھی۔ آپ ﷺ اذیت ومصائب اور تصادم کے جن مراحل سے گزرے تھے ان کا فطری تقاضا تو یہ تھا کہ آپ ﷺ منتقم ہوتے، مخالفین کو حد سے بڑھ کر سزا دیتے اور دوستوں اور دشمنوں کے درمیان پیدا ہونے والے مسائل میں ہمیشہ دوستوں کا ساتھ دیتے، لیکن آپ کے حسن اخلاق نے عدل وانصاف کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔ آنحضور ﷺ کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم رہا جس میں عدل قائم کرنے کے لیے کہا گیا۔ (۴۸)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر عدل کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُواقف هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى (۴۹)

اور کسی قوم کی عداوت تمھیں خلافِ عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (۵۰)

اور اگر تم فیصلہ کرو تو ان میں عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

عفو ودر گزر: عفو کا معنی بدلہ کو ترک کر دینا ہے۔ (۵۱) عفو ودر گزر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دنیا ایک لمحے کیلئے بھی آباد نہ رہے اور دم کے دم میں یہ گناہوں سے بھری ہوئی کائنات کی بستی سونی پڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص ناموں میں سے عفوٌّ (درگزر کرنے والا) غافر، غفور، غفار (معاف کرنے والا) ہیں۔ (۵۲)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جہاں دیگر اخلاق حمیدہ سے نوازا وہاں عفو ودر گزر جیسے اعلیٰ اخلاق سے متصف فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۵۳)

آپ درگزر کو اختیار کریں اور نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت جبرائیلؑ سے اس کی تاویل پوچھی تو انھوں نے عرض کیا کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ پھر وہ گئے اور واپس آکر عرض کیا اے محمد ﷺ! بیشک اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اس سے تعلق جوڑیں جو آپ سے توڑتا ہے اور اسے عطا کریں جو آپ کو محروم رکھتا ہے اور اسے معاف کریں جو آپ پر ظلم کرتا ہے۔ (۵۴)

یہاں آپ ﷺ کو اس بات کی تلقین کی گئی کہ مشرکین کی جاہلانہ حرکات سے اعراض برتتے ہوئے عفو ودر گزر سے کام لیں اور حق بات کی تلقین کرتے رہیں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کوہ تنعیم سے اتر کر مشرکین کی ایک جماعت نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جو نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور بدلے میں نبی کریم ﷺ نے ان کو کوئی سزا نہ دی اور انہیں معاف فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا-(۵۵)

وہی ہے جس نے خاص مکہ میں کافروں کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غلبہ دے دیا تھا، اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

امام ترمذی نے اس آیت کے شان نزول میں حضرت انسؓ کی روایت نقل کی ہے۔

عن أنس: أن ثمانين هبطوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأصحابه من جبل التنعيم عند صلاة الصبح، وهم يريدون أن يقتلوه، فأخذوا أخذا، فأعتقهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأنزل الله: {وهو الذي كف أيديهم عنكم وأيديكم عنهم} الآية. (٥٦)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ اسی افراد نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کو شہید کرنے کی غرض سے کوہ تنعیم سے حملہ آور ہوئے۔ یہ صبح کی نماز کا وقت تھا۔ ان سب کو گرفتار کر لیا گیا اور بعد ازاں آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

آپ کی پوری سیرت عفو و در گزر کے واقعات سے بھری پڑی ہے جن مشرکین مکہ نے قدم قدم پر آپ ﷺ کو ایذائیں پہنچائیں آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے سخت سے سخت دشمن کو بھی معاف فرما کر عفو و در گزر کی اعلیٰ مثال قائم کی۔

شفقت و رحمت: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ شرف اور امتیازی خصوصیت عطا کی کہ تمام جہانوں کے لیے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا۔ اس رحمت نے رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی شان رحمت سے مناسبت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ الرحمٰن الرحیم اور ارحم الراحمین ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ(۵۷)

آپ ﷺ تو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اگر کوئی بد بخت اس رحمتِ عامہ سے خود ہی منتفع نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتابِ عالمتاب سے روشنی اور گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے اوپر تمام دروازے اور سوراخ بند کر لے تو یہ اس کی دیوانگی ہو گی آفتاب کے عموم فیض میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔ اور یہاں تو رحمۃ للعالمین کا حلقۂ فیض اسقدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید نہ ہونا چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔ (۵۸) قرآن مجید کی ایک اور آیت جو آپ ﷺ کی محبت و شفقت کو بیان کرتی ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ(۵۹)

اور تمھارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمھاری جنس سے ہیں جن کو تمھاری مضرت کی بات

نہایت گراں گزرتی ہے جو تمھاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان داروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ یعنی تم میں سے شامت زدہ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ رسول ان کے لیے ایک مصیبت اور مصیبتوں کے دروازے کھولنے والا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو تم کو مصیبت اور ہلاکت میں مبتلا کرنے والی ہو اس کے دل پر نہایت شاق ہے۔ وہ تمھیں دنیا اور آخرت دونوں کی کلفتوں اور ہلاکتوں سے محفوظ اور دونوں کی سعادتوں سے بہرہ مند دیکھنا چاہتا ہے۔ (۶۰)

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ یعنی وہ جو اس درجہ تمھارے درپے ہے تو اس میں اس کی اپنی کوئی غرض شامل نہیں بلکہ یہ صرف اس سبب سے ہے کہ وہ تمھارے ایمان و اسلام اور تمھاری صلاح و فلاح کا نہایت حریص ہے۔ جس طرح ایک شفیق باپ اپنی اولاد کے لیے ہر خیر کا متمنی اور حریص ہوتا ہے، اس چیز سے کبھی اس کا دل نہیں بھرتا، اسی طرح اللہ کا رسول تمھارے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں ہر خیر کا حریص اور متمنی ہے۔ پس حیف ہے ان لوگوں پر جو ایسی شفیق اور مہربان ہستی کی قدر نہ کریں۔ (۶۱)

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنیٰ میں سے ہیں جو بعینہٖ یہاں پیغمبر کے لیے استعمال ہوئی ہیں۔ جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ خلق کے ساتھ رافت و رحمت کے معاملے میں رحمت عالم ﷺ بالکل صفاتِ الٰہی کے مظہر تھے۔ (۶۲)

آپ ﷺ نے جو بھی اخلاقی تعلیم دی چاہے وہ وحی قرآن کی صورت میں ہو یا وحی حدیث کی شکل میں، اس پر اپنے عمل کو پیش کیا۔ اگر صداقت و امانت کا سبق دیا تو دشمنوں تک نے بھی آپ ﷺ کی اس صفت کو تسلیم کیا، شرم و حیا کا درس دیا تو آپ ﷺ سے بڑھ کر حیادار کوئی نہ تھا، عدل و انصاف کا حکم دیا تو بے مثال عادل و منصف بن کر دکھایا، عفو و درگذر کی دعوت دی تو بڑے سے بڑے دشمن کو معاف کرنے کی مثالیں قائم کیں، صبر و استقامت کی تلقین کی تو اھل مکہ و طائف کے مظالم برداشت کئے اور دین حق کی دعوت کو جاری رکھا غرضیکہ کوئی ایسا اخلاقی وصف نہیں جو آپکی سیرت میں پورے کمال کے ساتھ موجود نہ ہو۔

خلاصۂ بحث:

رسول اللہ ﷺ کی اخلاقی زندگی کی دستاویز بلاشبہ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ کے عملی پہلوؤں کی تاریخ ہے۔ جیساکہ مقالہ میں واضح کیا گیا کہ قرآن نے جو ہدایت بھی انسان کو اخلاقی تناظر میں دی اسکے اولین مخاطب و عامل رسول اللہ ﷺ ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہی قرآنی اخلاق کے عملی خطوط واضح اور متعین کیے۔ لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ اخلاقی صفات کی تمام جزئیات و افراد کو رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سے منسلک کرکے قرآن نے کس طرح اشارات و تصریحات کے ذریعے بیان کیا، اُن کو استدلالات و استشہادات کے ساتھ ضبط تحریر میں لایا جائے تا

کہ مسلمانوں کے سامنے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کا اخلاقی ارتباط و لزوم واضح ہو سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن مسکویہ، تھذیب الاخلاق و تطھیر الاعراق، بیروت، دار صادر، ۱۴۲۷ھ، ص ۳۰
(۲) غزالی، احیاء علوم الدین، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۲۹ھ، ص ۹۷۱
(۳) سیوہاروی، حفظ الرحمٰن، اخلاق اور فلسفہ اخلاق، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص ۹۷
(۴) آلِ عمران ۳: ۱۶۴
(۵) محمد عاشق الٰہی، مفتی، انوار البیان فی کشفِ اسرار القرآن، لاہور، مکتبہ محمودیہ، ۱۷۵/۱
(۶) امام مالک، الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث ۱۶۰۹
(۷) القلم ۶۸: ۴
(۸) کاندھلوی، محمد مالک، معارف القرآن، شہداد پور، مکتبہ المعارف، دار العلوم حسینیہ، ۱۴۳۳ھ، ۲۰۶/۸
(۹) صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب اول ما بدی به رسول الله ﷺ من الوحی الرویا الصالحة، حدیث ۶۹۸۲
(۱۰) احمد بن حنبل، المسند، حدیث جعفر بن ابی طالب وھو حدیث ام سلمه زوج النبی ﷺ، حدیث ۲۲۴۹۸
(۱۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب دعاء النبی ﷺ الناس الی الاسلام والنبوة، وان لا یتخذ بعضھم بعضا اربابا من دون الله ، حدیث نمبر ۲۹۴۱
(۱۲) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی ذر، حدیث نمبر ۶۳۶۲
(۱۳) احمد بن حنبل، المسند، مسند عائشه، حدیث ۲۴۶۴۵
(۱۴) خالد علوی، ڈاکٹر، انسان کامل، لاہور، الفیصل ناشران، ۱۹۹۷، ص ۵۶۲
(۱۵) راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۳ھ، ص ۲۸۷
(۱۶) الزمر ۳۹: ۳۳
(۱۷) قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۰ھ، ۲۲/۱
(۱۸) ابن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۲۲ھ، ۱۸/۴
(۱۹) الاحزاب ۳۳: ۲۲
(۲۰) التوبہ ۹: ۱۱۹
(۲۱) زاد المسیر، ۳۰۸/۲
(۲۲) سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، پاکستان، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۴، ۳۱۷/۶
(۲۳) الانعام ۶: ۳۳
(۲۴) جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب و من سورة الانعام، حدیث: ۳۰۶۴
(۲۵) زاد المسیر، ۲: ۲۳
(۲۶) المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۴۵
(۲۷) الشفا، ص ۸۰/۱
(۲۸) الاحزاب ۳۳: ۵۳
(۲۹) انوار البیان، ۳۰۲/۴

(۳۰) سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ۴۴۵/۶
(۳۱) آل عمران ۳:۱۵۹
(۳۲) انوار البیان، ۵۲۴/۱
(۳۳) سیرت النبی، ۴۴۹/۶
(۳۴) اخلاق اور فلسفہ اخلاق، ص ۳۵۷-۳۵۶
(۳۵) سیرت النبی، ۴۸۰/۶
(۳۶) الانفال ۸:۶۵
(۳۷) الاحزاب ۳۳:۱۰،۱۱
(۳۸) المفردات فی غریب القرآن، ص ۲۸۳
(۳۹) المدثر ۷۴:۷
(۴۰) طٰہٰ ۲۰:۱۳۰
(۴۱) الاحقاف ۴۶:۳۵
(۴۲) المفردات فی غریب القرآن، ص ۴۳۵
(۴۳) سیرت النبی ۴۹۹/۶
(۴۴) حٰم السجدہ ۴۱:۶
(۴۵) شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، کراچی، مکتبہ البشریٰ، ۲۰۰۹، ۱۰۲۲/۲
(۴۶) سیرت ابن ہشام، ۲۶۶/۱
(۴۷) المفردات فی غریب القرآن، ص ۳۳۷
(۴۸) انسانِ کامل، ص ۵۹۷
(۴۹) المائدہ ۵:۸
(۵۰) المائدہ ۵:۴۲
(۵۱) الشفا، ۷۱/۱
(۵۲) شبلی، ۴۲۶/۶
(۵۳) الاعراف ۷:۱۹۹
(۵۴) الشفا، ۷۱/۱، ۷۲
(۵۵) الفتح ۴۸:۲۴
(۵۶) جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الفتح، حدیث ۳۲۶۴
(۵۷) الانبیا ۲۱:۱۰۷
(۵۸) تفسیر عثمانی، ۳۳۷/۲
(۵۹) التوبہ ۹:۱۲۸
(۶۰) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶ء، ۲۶۷/۳
(۶۱) ایضاً
(۶۲) ایضاً

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆